عقیدہ آپ نے بیان کیا ہو یا جو حکم آپ نے ارشاد فرمایا ہو، وہ اسی طرح ایمان و اطاعت کا مستحق ہے جس طرح کوئی ایسا عقیدہ یا حکم جو قرآن میں آیا ہو۔ لیکن قول رسول، اور وہ روایات جو حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں، لازماً ایک ہی چیز نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کو استناد کے لحاظ سے آیات قرآنی کا ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ آیات قرآنی کے منزل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے، بخلاف اس کے روایات میں اس شک کی گنجائش موجود ہے۔ جس قول یا فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی حضورؐ کا ہے یا نہیں۔ جو سنتیں تواتر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک منتقل ہوئی ہیں یا جو روایات محدثین کی مسلمہ شرائط تواتر پر پوری اترتی ہیں وہ یقیناً ناقابل انکار حجت ہیں۔ لیکن غیر متواتر روایات سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علمائے اصول میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ غیر متواتر روایات احکام کی ماخذ تو ہو سکتی ہیں لیکن ایمانیات کی ماخذ نہیں ہو سکتیں۔

(۲) جو باتیں آپ نے ڈاڑھی کے متعلق تحریر فرمائی ہیں ان پر میں اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ بحث کر چکا ہوں اور اب خواہ مخواہ ایک ہی بات کو سمجھے جانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ صاف بات ہے کہ اگر کسی فروعی مسئلے میں میرے دلائل سے آپ کا اطمینان ہو جائے تو بہتر ہے، اور اطمینان نہ ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں آپ اس معاملہ میں میری رائے کو غلط سمجھ کر رد کر دیں اور جو کچھ خود صحیح سمجھتے ہوں اس پر عمل کریں۔ اس قسم کے جزوی مسائل میں ہم مختلف رائیں رکھتے ہوئے بھی ایک ہی دین کے پیرو رہ سکتے ہیں اور اس دین کی اقامت کے لیے مل کر کام کر سکتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ میں جماعت میں شامل ہونے ہی والا تھا کہ یہ دو چیزیں میرے سامنے آ گئیں اور انھیں دیکھ کر میں رک گیا۔ اس رک جانے کو آپ شاید کوئی تقویٰ کا فعل سمجھتے ہوں گے، لیکن آپ ذرا غور کریں گے تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ فی الواقع آپ نے تقویٰ کا مفہوم غلط سمجھا ہے اور اسی وجہ سے ایک غیر متقیانہ فعل کو متقیانہ فعل سمجھ کر آپ گزرے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جماعت اسلامی دین کی اقامت کے لیے بنی ہے جو ہر مومن کے عین ایمان کا مقتضا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ اس مقصد ایمان کو سرانجام دینے کے لیے صرف جماعت اسلامی ہی کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے اور یہ کہ اس نظریے کو قبول کرنا اور اسے پھیلانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تقاضائے ایمان اور اس فرض کی طرف بڑھتے بڑھتے

آپ کا صرف اس لیے رک جانا کہ ایک علمی مسئلہ کی تعبیر اور ایک جزوی فقہی مسئلے کی تحقیق میں آپ جماعت کے خادم کی رائے کو غلط پاتے ہیں، آخر کس قسم کا تقویٰ ہے؟ فقہی و علمی اختلاف تو خیر بہت چھوٹی چیز ہے کہ اس کے لیے فریقین کے پاس شریعت سے دلائل موجود ہوتے ہیں، میں ثابت شدہ سنتوں کے متعلق آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان کی خلاف ورزی دیکھ کر بھی اگر آپ فرض سے اجتناب کر جائیں تو کیا یہ پرہیزگاری ہے؟ مثلاً آپ دیکھیں کہ امام نے مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں قدم پہلے رکھا اور یہ دیکھتے ہی آپ جماعت چھوڑ کر مسجد سے پلٹ آئیں، یا آپ دیکھیں کہ اسلامی فوج کے جنرل نے الٹے ہاتھ سے پانی پیا یا چھینک آنے پر الحمد للہ نہ کہا اور اس خلاف سنت حرکت سے متنفر ہو کر آپ میدان جہاد سے پلٹ آئیں تو کیا واقعی اس کو آپ پرہیزگاری سمجھیں گے؟ آپ کو موازنہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ اس نے کیا چھوڑا تھا اور آپ نے کیا چھوڑ دیا۔ وہ بڑا غلط کار تھا کہ اس نے ایک پیسہ ضائع کیا، مگر آپ نے تو اس کے جواب میں خزانہ برباد کر دیا، پھر بتایئے کہ زیادہ بڑا غلط کار کون ہوا؟ تاہم یہ آپ کا قصور نہیں ہے بلکہ آج کل دینداری کا عام ڈھنگ یہی ہے کہ اشرفیاں لٹیں اور کوئلوں پر مُہر۔

(بقیہ صفحہ ۱۲) کو مخاطب کیا اور یہی طریقہ ان تمام حالات میں نتیجہ خیز ہو سکتا ہے جبکہ کسی جزوی اصلاح کی جگہ کلی اصلاح کی ضرورت درپیش ہو۔ آج ہم اس ملک کے اندر اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ایک نظام حق قائم ہو اور اس کے اندر کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو اور ہمیں اس کی اصلاح کرنی ہو، بلکہ صورت حال یہ ہے کہ اس ملک سے نظام حق بالکل رخصت ہو چکا ہے اور ہمیں از سر نو اس کے قیام کی دعوت بلند کرنی ہے۔ اس مقصد کے لیے دعوت کی ترتیب صرف وہی صحیح اور مفید ہو سکتی ہے جس کی اوپر ہم نے تفصیل کی ہے۔ اِں اگر یہاں ایک نظام حق برپا ہوتا اور اس کے کسی شعبے میں خرابی نمودار ہوتی تو صرف وہ شعبہ ہماری توجہ کا مستحق ہوتا لیکن جہاں دعوت عام کا سوال پیدا ہو چکا ہو وہاں لازم ہے کہ حضرات انبیائے کرام کے طریق پر دعوت عام بلند کی جائے اور اس دعوت میں سب سے پہلے اس ملک کے ذہین اور کارفرما عناصر کو خطاب کیا جائے۔ عام اس سے کہ وہ مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں یا غیر مسلموں سے۔ یہ سوال کے پہلے جز کا جواب تھا۔ آئندہ ہم سوال کے دوسرے حصہ پر بحث کریں گے۔